
اگست 2019
کرن
عید نمبر

چاند نگر گروپ آف پبلیکیشنز

کرن

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
MEMBER
APNS
CPNE



خط و کتابت کا پتہ

کرن

37- اردو بازار کراچی



کرن کتاب

مستقل سلسلے

اگست 2019

جلد 42 شمارہ 5

قیمت 70 روپے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ کرن، 37 - اُردو بازار، کراچی۔

پبلشر آزر ریاض نے ابنِ حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔ [illegible]

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 92-21-32766872

Email: kiran@khawateendigest.com Website: www.khawateendigest.com


آنچل
نئے افق
حجاب
حنا
خواتین ڈائجسٹ
سچی کہانیاں
سرگزشت
دوشیزہ
حکایت
عبقری
اُردو ڈائجسٹ
پانی
سسپنس
کرن
شعاع
پاکیزہ

مدیرہ

اداریہ

یہ شمارہ آپ کو ملے گا تو آپ عیدالاضحیٰ کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوں گی
قارئین کو ہماری جانب سے عیدالاضحیٰ کی مبارک باد۔ عید ہم سب کے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آئے۔ ہماری قربانیاں قبول ہوں۔ آمین۔

عیدالاضحیٰ جسے عید قرباں بھی کہتے ہیں۔ قربانی کے ایک عظیم واقعہ کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ مقصد قربانی کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اس کو وسیع مفہوم میں لیں تو مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہمیں اس کی بندگی اور اطاعت میں اپنی قیمتی سے قیمتی چیز کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اپنی انا، غلط عقائد، غلط نظریات غلط سوچ کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل بھی قربانی ہے۔ خواہ اس راہ میں ہمیں کتنی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔

عیدالاضحیٰ پر اپنے گھر والوں کو نت نئے مزے دار پکوان بنا کر کھلائیں۔ ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی یاد رکھیں جو سارا سال گوشت کی شکل بھی نہیں دیکھ پاتے۔ قربانی کے گوشت کے اصل حق دار یہی لوگ ہیں۔ اس سے آپ کو دلی سکون اور مسرت حاصل ہو گی۔

اس شمارے میں،

- اداکارہ زاہد افتخار" سے شاہین رشید کی ملاقات،
- اداکارہ "بینش راجا" کہتی ہیں "میری بھی سنیے"،
- "آواز کی دنیا سے" اس ماہ مہمان ہیں "قرمین ملک"،
- "ہوائیں رخ بدل گئیں" نگہت عبداللہ کا سلسلے وار ناول،
- رخ چوہدری کا سلسلے وار ناول "شب نم کی سحر" اپنے اختتامی مراحل میں،
- "ساگر کنارے" ام طیفور کا مکمل ناول،
- منشا محسن علی کا مکمل ناول "آؤ چائے پیتے ہیں"،
- "شام رنگ سیاہ" ایمل رضا کا ناولٹ،
- شفق افتخار کا ناولٹ "لباس"،
- "ساجن کی سجنی" فرح انیس کا ناولٹ،
- سیما بنت عاصم، شمائلہ دلعباد، نوشین فیاض، مریم شہزاد، ریحانہ اعجاز، عنبرین اختر، عذرا فردوس اور ام اقصیٰ کے افسانے اور مستقل سلسلے،

کرن کتاب:۔ دلچسپ اور معلوماتی مضامین اور ریسپیز کے ساتھ۔

حمد باری تعالیٰ

ہے تُو ہی سُننے والا، سُن لے یارب ان دعاؤں کو
فلاحِ دین و دُنیا میں بدل دے سب بلاؤں کو

محبت تجھ کو بندوں سے ہے ستر ماؤں سے بڑھ کر
ہمارے سر پہ کر سایہ فگن رحمت کی چھاؤں کو

تری مخلوق پھیلی ہے جہاں میں ہر طرف مولا
الٰہی! رونقیں دیتا ہے تُو شہروں کو گاؤں کو

تری قدرت، تری حکمت بھلا انسان کیا سمجھے
بدلتا موسموں کو ہے، چلاتا ہے ہواؤں کو

زمین اور آسمانوں میں اُجالا تجھ سے ہے مولا
ضیا بخشی ہے تُو نے چاند تاروں، کہکشاؤں کو

الٰہی واسطہ دیتا ہوں تجھ کو اُس محبت کا
تجھے جو مصطفیٰؐ سے ہے، مٹا میری خطاؤں کو

ہوا ہے پھول پژمردہ، کرم کی اس پہ بارش کر
الٰہی! حکم دے دے اپنی رحمت کی گھٹاؤں کو

تنویر پھول

نعت رسولِ مقبولؐ

سب سے اعلا و برتر تیری ذاتِ گرامی
تجھ کو بھیجا بنا کے خدا کا پیامی

بجا لاتے ہیں جُھک کے آدابِ پیہم
فلک پر ہیں کرتے فرشتے سلامی

فلک سے زمیں تک تیری ذاتِ اقدس
لب پہ ہے ہر دم تیرا نامِ نامی

ازل سے ابد تک تیری پاک ہستی
کہاں تک کروں بیاں تیرا فیضِ دوامی

محشر میں ہے مجھ کو صرف تیرا سہارا
نہیں کوئی تیرے سوا میرا حامی

بھروسا ہے یوسفؔ کو تیرے کرم پر
مبارک ہے اس کو تیرے در کی غلامی

ایم یوسف وحید

زاہد افتخار سے ملاقات

شاہین رشید

☆ ''کیسے ہیں؟ زاہد احمد صاحب؟''

❖ ''الحمدللہ۔''

☆ ''مصروفیات؟''

❖ ''وہی ...... ٹی وی، فلم تھیٹر ...... جو ایک آرٹسٹ کی مصروفیات ہوتی ہیں یا پھر گھریلو ذمہ داریاں جو ہر انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہیں۔''

☆ ''کہاں اپنے آپ کو پرفیکٹ سمجھتے ہیں؟ گھریلو ذمہ داریوں میں یا اپنے کام میں؟''

❖ ''دیکھیں ...... گھریلو ذمہ داریاں اور کام دونوں الگ الگ ہیں۔ کام کرنا بھی میری ذمہ داری ہے، وہ میری جاب ہے اور مجھے کرنی ہے اور اتنے اچھے انداز میں کرنی ہے کہ میرے گھر کا چولہا جلتا رہے۔ میری فیملی میں کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔''

☆ ''جاب کرنا زیادہ آسان ہے یا یہ اپنا کام کرنا؟''

❖ ''اپنا کام وہ ہوتا ہے جو اپنا بزنس ہوتا ہے...... جہاں ہم ہر کام ہر لین دین اپنی مرضی سے کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جاب ہو یا پھر اداکاری یا شوبز...... اس میں ہم دوسروں کے تابع ہوتے ہیں۔ جاب میں تو 9 To 5 ڈیوٹی ہوتی ہے لیکن اس فیلڈ میں ٹائم کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ کبھی صبح دیر سے بھی آتے ہیں اور اکثر رات کو دیر سے بھی جاتے ہیں...... تو آسان تو کوئی کام نہیں ہوتا۔ محنت تو ہر کام میں ہے۔ خواہ جاب ہو یا بزنس۔ ہاں اگر آپ میں کام کی لگن ہے تو ہر کام آسان ہے۔''

☆ ''گھر ڈسٹرب ہوتا ہے؟''

❖ ''کام کے سلسلے میں؟...... نہیں کیوں ہوگا۔ کیونکہ میں اتنی محنت و مشقت صرف اپنے لیے تو نہیں کرتا ...... اپنی فیملی کے لیے کرتا ہوں تو گھر کیوں ڈسٹرب ہوگا۔''

☆ ''مطلب ...... کہا گیا کہ دیر کیوں ہوگئی ...... جلدی آجاتے؟''

❖ ''ایسا ہوتا ہے ...... ظاہر ہے کہ جب گھر آنے میں دیر ہوجائے گی تو سوال جواب تو ہوں گے اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ سوال جواب ہوتے رہنے چاہئیں۔'' (ہنسی)

☆ ''آپ سوشل میڈیا پہ زیادہ نظر نہیں آتے کیوں......؟ شوق نہیں یا ٹائم نہیں؟''

❖ ''مجھے ان رکھنے میں میرے فینز اور میرے دوست یار ہی کافی ہیں اور ویسے بھی مجھے زیادہ شوق نہیں اور دوسری بات یہ کہ جو وقت میں نے ''سوشل میڈیا'' کو دینا ہے وہ اپنے گھر والوں کو کیوں نہ دوں...... تو میری کوشش ہوتی ہے کہ مجھے جو بھی فارغ وقت ملے میں اپنے گھر والوں کے ساتھ گزاروں ...... کیونکہ وہ میرے لیے قربانیاں دیتے ہیں تو مجھے بھی دینی چاہیے۔''

☆ ''زندگی نام ہی Give & take کا ہے؟''

❖ ''بالکل ٹھیک کہا آپ نے ...... گاڑی ایک پہیہ سے نہیں چلتی۔''

☆ ''آپ کی بیگم کو شوق نہیں اس فیلڈ میں آنے کا؟''

❖ ''نہیں ...... اس پہ گھریلو ذمہ داریاں اتنی ہیں کہ وہ اس فیلڈ کو جوائن نہیں کرسکتی ...... اور نہ ہی

میری بھی سنیے

بینش راجا

شاہین رشید



(1) ''میرا نام؟''
''بینش راجہ اور سب مجھے پیار سے بنی (Bunny) کہتے ہیں۔''
(2) ''دنیا میں آئی؟''
''17 ستمبر 1990ء کو۔''
(3) ''فیملی ممبرز؟''
''امی ابو...... ہم پانچ بہنیں، ایک بھائی اور میں چوتھے نمبر کی بہن ہوں۔''
(4) ''تعلیم؟''
''ایم ایس سی ان آئی آر۔''
(5) ''خواہش تھی کہ......؟''
''کہ آرٹسٹ بنوں...... سو بن گئی۔''
(6) ''کس کی خواہش پہ اس فیلڈ میں آئی؟''
''اپنی میری خواہش تھی ...... ابو نے بھی فل سپورٹ کیا، حوصلہ ملا تو راستے ہموار ہوتے گئے اور اللہ کامیابیاں دیتا گیا۔''
(7) ''کتنے سال ہو گئے فیلڈ میں آئے ہوئے؟''
''2010ء میں پہلی بار اسکرین پر ایک ٹیلی فلم کے ساتھ...... جس کا نام ''فتویٰ'' تھا۔''
(8) ''پہچان دی......؟''
''سنگ مرمر''۔ ''یقین کا سفر'' اور حال ہی میں ختم ہونے والا سیریل ''بساط دل'' اللہ کا شکر ہے کہ میرا ہر ڈرامہ ناظرین کو پسند آتا ہے۔''
(9) ''آنے والے ڈرامے؟''
''کافی ہیں...... مگر ابھی نہیں بتاؤں گی۔''
(10) ''اس کی شامت آجاتی ہے جو؟''
''جو مجھے گہری نیند سے اٹھا دے۔''
(11) ''ایک بری عادت جس سے چھٹکارا چاہتی ہوں؟''
''مجھ میں اعتدال نہیں ہے جلد باز بہت ہوں۔ بس ان دو عادتوں سے چھٹکارا چاہتی ہوں۔''
(12) ''شوبز آسان فیلڈ یا مشکل؟''
''مشکل فیلڈ ہے اور مجھے مشکل کام کر کے ہی تسکین ملتی ہے۔ لہٰذا شوبز میں کام کر کے اچھا بھی لگ رہا ہے اور مزا بھی آ رہا ہے۔''
(13) ''ایک کردار جو ابھی تک نہیں کیا؟''
''شہزادی کا...... وہ کرنا چاہتی ہوں۔''
(14) ''کب خود سے باتیں کرتی ہوں؟''
''جب کہیں جانے کے لیے تیار ہوتی ہوں اور آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی ہوں تو نہ صرف خود سے باتیں کرتی ہوں، بلکہ گنگناتی بھی رہتی ہوں۔''
(15) ''گھر میں کوکنگ کون بہت اچھی کرتا ہے؟''
''میری بہن ''مبشرہ'' کھانا بہت لذیذ بناتی

فرحین ملک

شاہین رشید



''آواز کی دنیا سے'' اس مقبول و معروف سلسلے میں اس بار آپ کی ملاقات ایک ایسی شخصیت سے کروائیں گے جن کی آواز آپ ہر وقت کسی نہ کسی بہانے سے سنتے رہتے ہیں۔ آپ کسی کو فون کریں نمبر مل رہا ہو یا نہ مل رہا ہو، نمبر مصروف ہو، بیلنس ختم ہو رہا ہو، کسی انکوائری آفس جیسے ایئرپورٹ وغیرہ پہ فون کریں۔ آپ کو خوش آمدید کہنے والی بھی ایک مخصوص آواز ہوگی۔ یعنی یہ ایک مخصوص آواز آپ کو ہر چینل پہ ہر فون پہ، ہر جگہ سنائی دے گی اور اس مخصوص آواز کا نام ''فرحین ملک'' ہے۔ مجھے بہت جستجو ہوتی تھی کہ معلوم کروں وہ کون سی شخصیت ہے، وہ کون لڑکی ہے جو موبائل فون پر اور پی ٹی سی ایل پہ ہمیں اطلاع دیتی رہتی ہے کہ ''آپ کا ملایا ہوا نمبر ایک دوسری لائن میں مصروف ہے'' ''آپ کے ملائے ہوئے نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا۔'' ''اس کال کے لیے آپ کا بیلنس ناکافی ہے وغیرہ وغیرہ...... اور میری جستجو شاید کبھی مکمل نہ ہوتی اگر فرحین ملک کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل نہ ہوتی۔ تو شکریہ فرحین ملک کا کہ جنہوں نے ہمیں انٹرویو دیا...... اور ہم جانیں گے ان سے کہ ان کی آواز ہم تک کیسے پہنچتی ہے۔

☆ ''کیسی ہیں فرحین ملک؟''

◆ ''جی الحمدللہ آپ کیسی ہیں۔''

☆ ''اللہ کا شکر ہے...... شروعات میں فیملی بیک گراؤنڈ بتا دیں اپنا؟''

◆ ''جی...... میرا تعلق کوئٹہ سے ہے اور میری پیدائش بھی 18-12-1988 کوئٹہ میں ہی ہوئی میری مادری زبان اردو ہے۔ میری امی ہاؤس وائف تھیں۔ ان کا انتقال میری پیدائش کے دو سال بعد ہوا، میرے والد ''ڈپٹی ہیلتھ ڈائریکٹر بلوچستان'' تھے اور ان کا انتقال 2015ء میں ہوا۔ مجھے ملا کر ہم سات بہن بھائی ہیں۔ چار بڑے بھائی ہیں دو بڑی بہنیں ہیں اور میرا نمبر آخری ہے...... میں نے انٹیریر ڈیزائننگ میں گریجویشن کیا ہے اور مزید پڑھائی کرنے کا بھی ارادہ ہے...... کچھ مصروفیات کی وجہ سے پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا جو کہ اب انشاء اللہ دوبارہ شروع ہوگا۔''

☆ ''ہوں...... اب بتائیں کہ آئی وی آر سے کیا مراد ہے؟''

نگہت عبداللہ

ہوائیں رخ بدل گئیں

حیدر علی اور احمد علی دو بھائی تھے۔ حیدر علی بڑے تھے، چھوٹے بھائی احمد علی کے لیے وہ مشفق باپ تھے۔ احمد علی کا انتقال ہو چکا تھا اور حیدر علی جس حد تک ممکن ہوتا، بھاوج اور بچوں کی مدد کرتے ہیں۔

حیدر علی کو ان کے مزاج کے برعکس بیوی ملی تھیں۔ وہ جتنے نرم خو تھے، حمیدہ بیگم اسی قدر تیز وطرار اور کسی حد تک بدزبان بھی۔ احمد علی کی بیوی فاخرہ ان ہی کی طرح نرم مزاج اور درگزر کرنے والی تھیں۔

حیدر علی کی تین بیٹیاں سبینہ، خزینہ اور شہرینہ تھیں جبکہ احمد علی کے دو بچے حمزہ اور بیلا تھے۔

سبینہ کی شادی ہو چکی ہے۔ خزینہ اپنے باس تیمور غزنی کو پسند کرتی ہے جبکہ خزینہ کا خالہ زاد شرجیل اس کو چاہتا ہے۔

حمزہ اور شہرینہ کا رشتہ، حیدر علی نے حمیدہ بیگم کی مرضی کے خلاف بھائی کی زندگی ہی میں ان کی کم عمری ہی میں کر دیا تھا جو وقت کے ساتھ ان کے دلوں میں بھی مضبوط ہو چکا ہے۔

حیدر صاحب کا آفس میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو جاتا ہے۔ حمزہ کو جاب مل جاتی ہے لیکن اس کے باس حسان صاحب کی بیٹی ربیکا اس کو پسند کرنے لگتی ہے جو وقتاً فوقتاً حمزہ کو اپنی باتوں سے پریشان کرتی ہے۔

تیمور غزنی اور سارہ کی کوئی اولاد نہیں ہے، سارہ مس کیرج ہونے کی وجہ سے اب کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ سارہ، تیمور سے اپنی دوست زوبی کا بے بی لینے کا کہتی ہے لیکن تیمور اس بات پر دل سے رضامند نہیں ہے۔



سونیا کے مشورے پر تیمور دوسری شادی کے لیے سوچنے لگتا ہے اور خزینہ اسے بالکل موزوں نظر آتی ہے لیکن وہ خزینہ سے جھوٹی محبت کا اظہار کرتا ہے اور اسے سارہ کے بارے میں نہیں بتاتا اور کہتا ہے کہ فی الحال گھر والے راضی نہیں ہیں اس لیے وہ خزینہ سے چھپ کر شادی کرے گا اور بعد میں انہیں منالے گا۔ خزینہ تیمور کی محبت میں راضی ہو جاتی ہے اور حمیدہ بیگم کو بھی اس شادی پر رضامند کر لیتی ہے۔ تیمور خزینہ کو ایک الگ فلیٹ میں بیاہ کر لے جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے:۔

بائیسویں قسط



سیما بنت عاصم

یہ عجیب میری محبتیں



علی الصباح بڑا زوردار جھکڑ چلا...... در بدر پھرتی...... آوارہ سرکش ہوا کی چک پھیریاں ڈھیر ساری ریت آنگن میں اچھال کر گزرتی چلی گئی تھیں درمیانی صحن میں پڑی اِکّا دُکّا کرسیاں اوندھے منہ پڑی تھیں۔ فرش کا رنگ بدل گیا تھا۔ ابی روزمرہ کا سودا سلف لینے نکلے تو داخلی دروازہ سر پٹختا رہ گیا۔

امی اور زویا کے جاگنے تک ارم نے آنگن کی ساری دھول سمیٹ ڈالی تھی۔ ابی کے کمرے کا اگلا دروازہ گلی میں بیرونی رخ کو کھلتا تھا۔ مکان کے اندرونی رخ کو کھلتا دروازہ بند کر دیا جاتا تو ابی کا کمرہ پچھلے پورشن سے خود بخود الگ ہو جاتا تھا۔ اٹیچڈ باتھ کے ساتھ، مختصر سا احاطہ میں اوپری منزل کو سفر کرتا زینہ اوپری منزل کا پورشن رینٹ کے لیے منہ چڑاتا تھا۔

ابی کے کمرے میں دوسرا بستر شاہ زیب کا تھا۔ ساتھ لگی سائیڈ ٹیبل پر اس کی اِکّا دُکّا چیزوں کے ساتھ ٹک ٹک کرتی خوب صورت رسٹ واچ۔ وہ چلتے سے بھول گیا تھا۔ ایک دو تین جانے کتنے دن گزرے اس نے شمار ہی نہ کیا تھا۔ ہر روز اسی محبت سے اس کی ہر شے صاف ستھری کر کے جگہ پر رکھتی ارم کے دل کی دھڑکن اس ٹک ٹک سے ہم آہنگ تھی۔

شاہ زیب کسی ملٹی نیشنل کمپنی میں اکاؤنٹس میں ہوتا تھا۔ اس کی فیملی دور دراز کسی علاقہ میں تھی۔ بائیک پر سفر گھنٹوں کا بنتا پھر جتنا پٹرول پھنکتا قریبی کسی جگہ پر اک کمرہ رینٹ پر باآسانی نصیب ہو جاتا۔ شاہ زیب کو یہ مشورہ کسی درد آشنا کا تھا۔

انڈسٹریل ایریا سے ارم کے گھر کا رستہ پیدل بنتا تھا۔ شاہ زیب چند ماہ قبل ان کا پتا پوچھتا آیا تو اس کے ہاتھ میں ابی کے کسی دیرینہ دوست کا سفارشی رقعہ تھا۔ جس میں شاہ زیب کو اوپری منزل کا پورشن کرایہ پر دینے کی درخواست تھی۔ جو بڑے بھیا کے سدھارنے کے بعد ہنوز منہ چڑا رہا تھا۔ ابا انکار نہ کر سکے۔ مگر اس کی ضروریات محدود تھیں، اوپری پورشن کا کرایہ زیادہ بنتا تھا، ابا کا کمرہ اتنا تو وسیع تھا ہی کہ سہولت سے اک کھاٹ اور پڑ گئی۔ بس چند گھنٹوں کی تو بات تھی۔ وہ علی الصباح نکلتا رات گئے لوٹتا۔ گرمیوں میں بجلی دغا دے جاتی تو شاہ زیب کا ٹھکانا اسی زینہ تلے رہتا۔ بیرونی احاطہ سے ہوا خوب آتی، ابی صبح کے اخبار کی بچی کچی خبریں رات گئے تک جاگ کر پڑھتے۔ بیرونی دروازہ۔ صرف سوتے وقت بند ہوتا۔ محلہ والوں سے علیک سلیک بیٹھے بٹھائے چلتی۔ کمرے کی عقبی دیوار پر بڑا سارا آئینہ، احاطہ کے سامنے سے گزرتے ہر اک کی خبر دیتا۔

ارم نے کمرے کی اک اک چیز، کی جھاڑ پونچھ نمٹائی تھی۔ منٹوں میں سارا کمرہ لش کرنے لگا تھا۔

کمرے کے بیرونی دروزے کے ساتھ والی دیوار پر سیمنٹ کی الماری میں ابی کا جگر جگر کرتا پاندان، اوپر تلے نفاست سے سجے اخبارات کا ڈھیر، جاء نماز و تسبیح، انہیں اپنے معمولات میں مداخلت ناگوار تھی...... اور یہ بات شاہ زیب اول روز ہی جانچ گیا تھا۔ سو لیے دیے ہی چلتا۔ رینٹ وہ باقاعدگی سے دیتا۔

ابی فجر کی اذان کے ساتھ جاگتے، دو وقت اس کا ناشتا کھانا ابی کے ساتھ ہی چلتا۔ امی اسی باقاعدگی سے دو وقت پرات، چھوٹے یا گڑیا کے ہاتھ بھیجتیں جو ارم کے ہاتھوں سجتی۔ یہ اولین دنوں کی بات تھی، کہ گھر کے اندرونی رخ کو کھلتا دروازہ بھی انہی دو وقتوں میں کھلتا کہ امی دنیا کی زبانوں سے ڈرتیں۔ مگر ان کے فرشتوں تک کو خبر نہ تھی کہ بات بات میں، بات کہیں آگے نکل گئی تھی۔

یہ اس سفارشی رقعہ کا کمال تھا کہ شاہ زیب کی فطری شرافت و نجابت کہ کچھ ہی دنوں میں اس نے گھر بھر کا اعتماد جیت لیا تھا۔ مکان کے اندرونی رخ کو کھلتا دروازہ اب وا ہی رہتا۔

یہ گزری، ہوئی عید الفطر کی تو بات تھی۔ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی ارم کا چاند چہرہ پردے کی اوٹ میں گم ہو گیا تھا۔ اس کا دیدار عید کے چاند سے مشروط تھا۔ یہ شاہ زیب کے لیے اس کی اپنی تاکید

شفق افتخار

لباس

''ہائے کتنا مزا آئے گا نا جب میری سہیلیوں کو یہ پتا چلے گا کہ میری شادی ایک ایئر فورس پائلٹ سے ہو رہی ہے تو وہ نمونیاں تو جل بھن جائیں گی۔ وہ سدرہ بڑا اتراتی ہے نا اپنے سی ایس ایس پاس منگیتر پہ۔ اب میں اسے بتاؤں گی۔ ہائے کتنا مزا آئے گا نا ......'' جب سے مریم پھوپھو نے اپنے اکلوتے بیٹے حذیفہ کے لیے اس کا رشتہ مانگا تھا۔ تب سے وہ خوشی سے پاگل ہوتی جا رہی تھی۔ ایک تو پھوپھو کا بیٹا ...... دوسرا ایئر فورس میں پائلٹ۔ تیسرا جی بھر کر ہینڈسم اور چارمنگ۔ اب اگر ساتھ میں تھوڑا کھڑوس تھا تو کیا ہوا چلے گا۔ نو پرابلم ...... بلکہ دوڑے گا۔

''ہائے کتنا مزا آئے گا نا جب میری شادی پہ فوجی بینڈ بجے گا اور پورے اعزاز سے ہماری شادی ہو گی۔'' وہ دونوں بازو پھیلا کر بیڈ پہ گرنے کے سے انداز میں لیٹ گئی تھی۔

''توبہ ہے مشی، تم ایسے بچوں کی طرح باؤلی ہو رہی ہو، جیسے کل تمہاری بارات ہو۔ ابھی تو پھوپھو نے صرف بات کی ہے، کون سا تمہیں رخصت کروا کے لے گئی ہیں، جو تم ابھی سے اپنی سہیلیوں کو جلا رہی ہو۔'' اس سے دو سال بڑی مائرہ اس کی مسلسل بچوں جیسی گردان سے تنگ آ کر بولی تھی۔ ابھی تو پھوپھو نے صرف بات کی تھی ابھی سے اس کا یہ حال تھا۔ اگر رشتے کے لیے ہاں ہو گئی جو کہ سو فی صد امید تھی کہ ہو جائے گی پھر پتا نہیں اس لڑکی کا کیا بنے گا۔

''کہیں تم بھی تو میری فرینڈز کی طرح مجھ سے جیلس تو نہیں ہو رہی ہو مائے ڈیئر سسٹر۔'' مشی نے اٹھ کر بہن کے کندھے پہ بازو رکھا تھا۔

''فضول مت بولو مشی۔ بھلا بہنیں بھی کبھی جیلس ہوتی ہیں اور میں شادی شدہ ہوں اور الحمد للہ اپنے گھر اور اپنے میاں کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ وہ ایئر فورس پائلٹ نہ سہی مگر کسی ہیرو سے کم وہ بھی نہیں ہیں۔'' مائرہ نے غصے سے اسے گھور کر پرے دھکیلا تھا۔ اس کی شادی پچھلے سال ہی ہوئی تھی اور اس کے شوہر کا اپنا کاروبار تھا اور وہ واقعی اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن تھی۔

''اچھا نا سوری۔ میں مذاق کر رہی تھی۔'' مشی نے فوراً معصومیت سے کان پکڑے اپنے نہیں بہن کے اس کی اس حرکت پہ مائرہ کی ہنسی چھوٹی تو مشی بھی کھل کر ہنس دی تھی۔

''اچھا سنو مائرہ ...... بیچ میں کوئی ظالم سماج تو نہیں آئے گا نا ...... ہائے قسم سے میری شادی اگر اس حذیفہ کھڑوس سے ہو گئی نا تو سچ میں تو رہی الگ ہو جائے گی۔ تم کہو نا ممی سے کہ وہ پھوپھو کو ہاں کر دیں جلدی سے۔'' مشی نے منہ میں ڈالے چیونگم کا ببل بنا کر پھوڑا تھا اور جلدی جلدی اپنی بات مکمل کی تھی۔

''اف توبہ ہے مشی کیا چیز ہو تم ...... کل تک تو تم اس حذیفہ کھڑوس کی برائیاں کرتے نہیں تھکتی تھیں کہ حذیفہ ایسا ہے۔ حذیفہ ویسا ہے۔ ناک پہ مکھی نہ بیٹھنے دے۔ اس کا بس چلے تو چیزوں کو گم سے چپکا دے کہ کہیں کوئی چیز ادھر ادھر نہ ہو جائے۔ اور اب اسی حذیفہ کے لیے مری جا رہی ہو۔'' مائرہ نے اسے چڑایا اور حقیقت بھی یہی تھی ان دونوں کی آپس میں ذرا کم

شمائلہ دلعباد

تو ہے میری پہچان

جنم آشٹمی میں دو دن باقی تھے، میگھا کی تو بڑی پوجا سیٹھ دیوالال کے گھر ہوتی تھی اور پھر سب سمجھو واٹ لگی ہوئی تھی۔ کرشن نگری میں سب سے بڑا جشن بھی۔ پچپن سالہ میگھا کو چالیس سال ہو



گئے تھے جنم آشٹمی کی پوجا کی تیاری کرواتے اور آج تک آنے والے اس کی انتظامی صلاحیت پر انگلی نہ اٹھا سکے تھے۔ وہ جب بھی اٹھاتے تھے، جوتا اٹھاتے تھے وہ بھی اس کی ذات پر یا پھر ان کے پاس "تھوک" بہت زیادہ تھا۔ پچپن سال سے وہ اس پر تھوک رہے تھے۔ نہ تھوکنے والوں کی زبان جلتی تھی نہ گلے خشک ہو کر بند ہوئے تھے۔

میگھا نے چاولوں کا آخری براگا چنا آخری تھیلے میں ڈال کر سن کے دھاگے سے گرہ کس دی۔ بیسن، آٹا، سوجی وہ پہلے ہی چھان کر رکھ چکی تھی۔ زیرہ صاف کرنے کے لیے اس نے چھلنی میں ڈالا تو کالی کی پکار پڑ گئی۔

"میگھا دیدی صفائی دیکھ لو۔ سیسے کی مافق گیٹ، دیجیں (دہلیزیں) چمکا دی تھاری۔"

"کالی تو جا میرے کو معلوم ہے تو نے سب اچھے سے کر دیا ہے۔"

"دیدی جری (ذرا) بات تو سننا۔"

"مارے سے اٹھا نہ جاوے ہے۔ بیٹھ بیٹھ کر ٹانگیں جڑ گئیں۔ تو ادھر رسوئی کی کھڑکی میں آجا۔"

"ری ملیچھ، مسلی کی گندی ہڈی۔ حویلی تھاری ماں کی ہے جو پلیت کرنے کو "دلتوں" کو بھی رسوئی خانے بلائے گی۔ پلیتی ڈالنے کو تو کم ہے جو اپنے جیسے اور بھی بلاتی ہے۔ ماری قسمت، چھورا مرتے مرتے تجھ نیچ کو گھر میں رکھنے کی "اِچھّا" چھوڑ گیا۔ ہائے دیّا، دیا رکھنا میرے پریوار پر۔ اس پاپ پر میں ساری جندگی مندر میں بیٹھ رہوں تو بھی کمتی ہے۔ بھگوان اگلے جنم میں مسلی کی یہ گندی ہڈی میرے پریوار کے ساتھ نہ ہو۔"

اناسی سالہ جمنا دیوی کی پاٹ دار گونجتی آواز حویلی کی ساری خواتین کو رسوئی کی طرف بھگا لائی۔

وہ سب حسب توفیق میگھا کو لعن طعن کرتے جمنا دیوی کو پانی پلانے لگیں کہ اتنے خوشی کے موقع پر بڑھیا بیمار پڑ کر رنگ میں بھنگ نہ ڈال دے۔

☆☆☆

کہا جاتا تھا کہ تقسیم کے وقت میگھا کی ماں لاشوں کے ڈھیر میں زخمی لیکن زندہ مل گئی تھی۔ سیٹھ دیوالال بھلا آدمی تھا۔ اس نے مقامی پنڈت (جو حکمت بھی کرتا تھا) سے علاج کروایا۔ بچی زندہ بچ گئی۔ دنگے اس قدر عروج پر تھے کہ باہر نکلنا موت کے منہ میں جانا تھا۔ سب ہندو اپنے اپنے علاقوں تک محدود تھے اور سب مسلم اپنے اپنے علاقوں میں محصور تھے، البتہ سکھ کمیونٹی نے سرعام بھی قتل وخوں کا بازار گرم رکھا ہوا تھا۔ حسب معمول ہندوان کو آگے کر کے خود پیچھے قدم کھینچ چکا تھا۔ جہاں مسلمانوں کا زور چل رہا تھا، وہ بھی بدلہ لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ رہی رام نگر کی بات، جو کرشن نگر سے سات کلومیٹر دور تھا تو وہاں دونوں ہی جلے مرے تھے، تعداد جو برابر تھی۔ اب دو طرفہ مرنے والوں میں سے کسی نے کہا بچی مسلم ہے، ایک نے کہا ہندو ہے اور سچ تو رب کی ذات جانتی تھی۔ دیوالال نے بچی اپنے گھر میں رکھ لی کہ حالات سازگار ہوں گے تو واپس کیمپ یا دفتر چھوڑ آئے گا۔ دیوا کی ماں کو جانے کیا ہوا کہ بچی ہندو بنا ڈالی، بلکہ بیٹی بنا کر ہندو تربیت کی۔ دیوا اور اس کی شادی بھی ایک ہی مہورت پہ کی۔ جمنا دیوی بہو بن کر آئی تو اوشا دیوی بہو بن کر کرشن نگری چھوڑ گئی۔

جمنا دیوی برہمن تھی، پکی برہمن۔ اس نے دبے دبے لفظوں میں اوشا دیوی کو میکے آنے سے منع کر دیا کہ تمہاری ہڈی مسلمانوں کی ہے ہمارا گھر پلیت ہوتا ہے۔ لیکن قسمت کی کرنی ایسی ہوئی کہ سترہ سالہ اوشا دیوی ودھوا (بیوہ) ہو کر چھ ماہ کی میگھا سمیت واپس کرشن نگری آ پہنچی۔

پہلے سسرال کے مسلمان ہڈی کے طعنے اور پھر میکے کے بھی یہی طعنے اسے شمشان گھاٹ لے گئے۔ پیچھے میگھا تھی اور برہمن جمنا دیوی۔

☆☆☆

اجے، جمنا دیوی کی پہلی اولاد تھا۔ اس کی لاکھ

ام طیفور

ساگر کنارے

دسویں قسط

رات بڑی بھاری تھی۔ وہ اس رات بھی سو نہیں سکی تھی جس دن سالک پاشا نے بڑی بے رحمی سے حقیقت سے پردہ اٹھایا تھا مگر آج کی رات کی اذیتیں حد سے سوا تھیں۔ ہو گیا تھا معلوم اسے۔ اسی پل جس وقت سالک نے زمانے بھر کی حیرت لہجے میں سمو کر اسے کہا تھا کہ......

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ یہ نمبر آپ کا کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔ کون بات کرتا ہے مجھ سے اس نمبر پر؟"

اس انداز نے، اس روکھے اور سرد لہجے نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے باور کرا دیا تھا کہ



سالک پاشا "کس" کی غلط فہمی میں اس سے بات کرتا رہا تھا۔ لیکن پھر بھی اصل دل کے ٹکڑے تو آج ہوئے تھے۔ ماحور کو سالک پاشا کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا دیکھنا ایسا جاں گسل منظر تھا کہ وہ دعا کرے گی کہ دوبارہ زندگی بھر نہ دیکھے۔

کتنے مکمل دکھائی دے رہے تھے وہ دونوں۔ میڈ فار ایچ ادر۔ اتنے فاصلے سے بھی سالک پاشا کے چہرے سے چھلکتی خوشی ابرش نے صاف طور پر محسوس کی تھی اور اس خوشی نے ابرش کے پورے وجود میں کانٹے اگا دیے تھے۔ وہ جیسے جیتی جاگتی شہزادی سے یک دم ایک بے جان مورت میں بدل گئی تھی جسے تابوت میں رکھ چھوڑا گیا ہو مگر اس کے لیے کوئی شہزادہ نہیں آنے والا تھا جو اپنے لمس سے اس کے مردہ وجود کو جلا بخشتا۔ اسے اب یوں ہی رہنا تھا۔

وہ اوندھے منہ بیڈ پر گری بلک رہی تھی۔ کس وقت مسز راٹھور اس کے کمرے میں داخل ہوئیں، اسے بالکل اندازہ نہ ہو سکا۔ وہ شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اچانک ہی ان کی نیند کسی بے چینی کے زیر اثر ٹوٹی تھی اور وہ محض جائزہ لینے کی غرض سے بیڈروم سے باہر نکل آئی تھیں۔ کوریڈورز میں پھرتے پھراتے جب وہ ابرش کے کمرے کے باہر سے گزرنے لگیں تو ان کے کانوں نے ابرش کے رونے کی آواز سنی۔ وہ ایک پل بھی ضائع کیے بنا اس کے کمرے میں داخل ہو گئیں جہاں وہ اوندھی پڑی رو رو

نوشین فیاض

قرباں ہوئے تیرے نام پر

نیم تاریک چھت پر دیوار سے لگ کر اس نے مختصر سی گلی کے باہر سامنے والی چھت پر جھانکا۔ شبو اور ثمین ڈائجسٹ پر جھکی تازہ تازہ پڑھی کہانی پر تبصروں میں مصروف تھیں جب کہ عمیر، ہما، مدیحہ اور اسد جانے کس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اسے دیکھ کر اسد اس کی طرف چلا آیا۔

''سو گئے ماموں؟''

''ہاں۔ سو گئے تو ہی آئی ہوں اوپر۔''

''ویسے تایا کتنا خیال رکھتے ہیں تم لوگوں کا۔ عشا پڑھ کر مین گیٹ کا اور اوپر سیڑھیوں کا تالا لگا دیتے ہیں اور تم لوگ پھر بھی بگڑ گئے ہو۔'' اسد کی پشت سے نکل کر گلی میں ذوہیب اور زاہد کو جاتے دیکھ کر عمیر نے کہا۔ اس کی بات پر اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں اسے دیکھا تھا۔ حاجی صاحب کی شروع دن سے یہی عادت تھی۔ عشا کے بعد لڑکیاں تو لڑکیاں۔ لڑکوں کا بھی باہر جانا سخت ناپسند کرتے تھے۔ ساتھ والا گھر بھائی کا تھا اور دیوار اتنی چھوٹی تھی کہ آسانی سے پھاندی جا سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مین گیٹ کے ساتھ ساتھ سیڑھیوں کے دروازہ کو تالا لگا دیتے تھے۔ یہ اور بات کہ ان کی گہری نیند کا فائدہ اٹھا کر باری کے مطابق روز ایک بچہ ان کے تکیے کے نیچے سے چابی نکال لے جاتا۔ جی ہاں۔ ان سب نے آپس میں باریاں لگا رکھی تھیں۔ جمعہ کو زاہد عرف زیدی کی باری، ہفتہ کو الینا کی، اتوار کو ذوہیب عرف ذوبی کی اور باقی دن بھی اسی طرح کسی نہ کسی کی ڈیوٹی لگی ہوتی۔ پوری گلی مغلوں کی تھی اور سب تھے رشتہ دار۔ اس کی مامی اس کی پھوپھو، اس کی چچی اس کی خالہ وغیرہ وغیرہ۔ رات کے وقت پوری گلی ایک صحن کا منظر پیش کرتی۔ شاید یہ پورے کا پورا خاندان ہی جگراتوں کا عادی تھا۔ رات دو سے چار تک سکون ہوتا تھا۔ حاجی صاحب جیسے جو پہلے سو جاتے وہ چار بجے اٹھ بیٹھتے اور باقی تو خیر سوتے ہی دو بجے تھے۔

کوئی آ رہا ہے، کوئی جا رہا ہے۔ کسی لڑکی کو برگر کھانا ہے تو کبھی بھائی، چچا زاد، تایا زاد سے تکے منگوائے جا رہے ہیں۔ عید تہوار پر تو باقاعدہ حاجی صاحب کی چھت پر باربی کیو کا انتظام ہوتا تھا کہ ان کی چھت گلی میں سب سے بڑی تھی۔ اتنی بڑی کہ کبھی بارات ولیمے کے لیے گلی میں کسی نے شادی ہال کی بکنگ نہیں کروائی تھی۔

''اچھا۔ چوری چھپے تالا کھولنے سے ہم بگڑ گئے؟ اپنا بتاؤ خود کیسے بگڑ گئے؟ مشابہت گنواؤں کیا؟'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔

عمیر اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا اسی لیے رسالے پر جھکی شبو کو دیکھ کر خاموشی سے سر جھکا گیا۔

''چھوڑو اسے اور بتاؤ عید کے لیے کس رنگ کا سوٹ لیا؟''

''ابھی تو لیا ہی نہیں۔'' پسندیدہ موضوع دیکھ کر اس نے آسانی سے بات کی جان چھوڑ دی تھی۔

''اچھا پھر سرخ رنگ کا لینا۔ امی نے ماموں سے بات کرنی ہے۔ عید پر۔''

''سچ میں؟'' وہ بے اعتبار ہوئی۔

ایمل رضا

شامِ رنگِ سیاہ

پچھلی اقساط کا خلاصہ

سبین کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے۔ سبین کا باپ قطب الدین چونے کا کام کرتا ہے اور ماں چکی چلاتی ہے۔ سبین کو ان دونوں کاموں سے کوسخت چڑ ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اگر بابا زندگی بھر اسی کام سے نہ جڑے رہتے تو ان کی زندگی بھی آسائشوں سے پر ہوسکتی تھی۔ وہ آتے جاتے بابا اور اماں پر بولتی ہے۔ چونے کی گرد اور خوشبو سے اسے نفرت ہے۔ جبکہ بابا کے لیے یہ فن اس قدر مقدس ہے کہ وہ چونے کو الماس برادہ کہتے ہیں۔ اماں اس کی ناراضی کے ڈر سے کھانا روٹی ساتھ والوں کے گھر جا کر بناتی ہیں۔ اماں ابا دونوں مل اسے خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن گھر کے مسائل، ادھوری خواہشات، نامکمل آرزوئیں، چھوٹی بہن زویا کی خراب دماغی حالت، ماں کی بیماری، بابا کی کمزوری...... یہ سب سبین کو دن بدن چڑچڑا بناتے رہتے ہیں۔

پھر ایک روز ماں کا انتقال ہو جاتا ہے اور ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے سبین ناپسندیدگی کے باوجود اپنے چچازاد رشید سے نکاح کر لیتی ہے۔ جبکہ اس کے دل میں میران ہے۔ (جس سے سبین کی بس ایک بار ملاقات ہوئی ہے۔)۔ ماں کے انتقال کے بعد سبین کے لیے زندگی اور مشکل تر ثابت ہوتی ہے۔ رخصتی سے چند روز پہلے تائی رشید کے نام گھر لگانے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ لیکن گھر پہلے سے ہی بک چکا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ تائی کو یہ بات مہندی والے دن پتا چلتی ہے اور وہ اسی وقت رشید کے منہ سے سبین کو طلاق دلوا دیتی ہیں۔ سبین جل کر کوئلہ ہو جاتی ہے۔ ساری رات رونے کے بعد وہ اپنی زندگی کو بدل لینے کا فیصلہ کرتی ہے۔ وہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ اس نے چونے کے برادے کو الماس (ہیرے) میں کیسے بدل کر رہنا ہے۔

سبین چونے سے بنے ڈیکوریشن پیس کے ذریعے اسی گروہ کے لیے ممنوعہ اشیاء اسمگل کرنے کا کام کرنے لگتی ہے۔

امریکا میں چیری کے باغات میں کام کرنے والی ربیکا کو پاکستان سے آئے ایک خوبرو نوجوان عیسیٰ سے محبت ہو جاتی ہے۔ دونوں شادی کر لیتے ہیں۔ دونوں کے گھر ایک بیٹے میران کی ولادت ہوتی ہے۔ بڑھتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کے لیے عیسیٰ پاکستان واپس آ کر اپنے چچا سے جائیداد میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتا ہے۔ جس پر اس کا چچا اسے قتل کروا دیتا ہے۔



خوش قسمتی سے ربیکا اور میران بچ جاتے ہیں۔ لیکن ربیکا عیسیٰ کی موت کا یقین ہی نہیں کرتی۔ وہ ہر دم یہ ہی کہتی رہتی ہے کہ عیسیٰ زندہ ہے اور وہ واپس ضرور آئے گا۔ عیسیٰ کی جدائی کے غم میں ربیکا نشہ کر کے اپنی زندگی تباہ کر رہی ہے۔

میران اپنی ماں کی گرتی ہوئی صحت کی وجہ سے پریشان ہے۔ اور اپنی ماں کے لیے اسے چرس خریدنے خود جانا پڑتا ہے۔ سین لوحِ قرآنی کے ڈیکوریشن پیس کے ذریعے اپنی پہلی اسمگلنگ کرتی ہے اور نیویارک آجاتی ہے۔ جہاں اس کی ملاقات میران سے ہوتی ہے۔ دونوں ہی جیسے ایک دوسرے سے ملنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پہلی ہی ملاقات میں دونوں کی محبت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔ عین اس وقت جب میران، سین کو پرپوز کرنے والا ہوتا ہے کہ اتفاق سے میران چرس خریدتے ہوئے سین تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ وہاں سین کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے اور سین کو دھتکار دیتا ہے۔ سین کا معافیاں مانگنا بھی بیکار جاتا ہے۔ لیکن پھر میران اپنی ماں ربیکا کے کہنے پر سین سے کاغذی شادی کر لیتا ہے۔ سین میران کی بیوی بن کر پھر سے پاکستان آجاتی ہے۔ جہاں اس بار اس کے بابا کو سب پتا چل جاتا ہے کہ سین کراچی جا کر چونے کا کام نہیں سیکھ رہی، بلکہ وہ چونے سے بنے ڈیکوریشن پیس کے ذریعے سے اسمگلنگ کر رہی ہے۔ وہ سین کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ سین یہ کام چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیتی ہے۔ اور تب ہی گینگ اسے دھمکی دیتا ہے کہ اگر اس نے یہ کام چھوڑنے کی بات کی تو وہ میران کو جان سے مار دیں گے۔ سین کو چار و ناچار ان کی بات ماننی پڑتی ہے۔ ایک بار پھر سے نیویارک آ کر سین اس وقت مزید بری طرح پھنس جاتی ہے جب لیبارٹری معائنے کے بعد چونے کے ڈیکوریشن پیس کی رپورٹ میں خرابی آجاتی ہے۔



"میں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کرلی ہے
بقرعید کے بعد رشتہ لے کر جاؤں گی۔" امی نے گویا
حسام کے سر پر ایٹم بم پھاڑ دیا،
"کیا مطلب، کون سی لڑکی؟ کس کو پسند

مریم شہزاد

انعام



مکمل ناول

منشا محسن علی

آؤ چائے پیتے ہیں

"آؤ! چائے پیتے ہیں۔"

وہ دونوں زندگی میں کبھی بھی ایک دوسرے سے کم از کم اس جملے کی توقع نہیں کرسکتی تھیں اور بات زندگی کی ہو تو بے مہر سمجھ لو، پل بھر میں تخت سے تختہ...... دونوں ملکائیں وقت کے اس وار پر انگشت بدنداں تھیں۔ دونوں کے دل آتش دان پر رکھ دیے گئے تھے اور "وہ" دونوں ہی اپنے دل سے اٹھتی ٹیسیں چھپانے میں مصروف تھیں۔ زندگی کے ناٹک میں اب کہیں جا کر ان دونوں کا حصہ شروع ہوا تھا، کچھ لمحے...... کچھ پل...... دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں۔ کتنا ضروری تھا ناں ایسا کرنا...... ہائے افسوس کہ اس دیکھا دیکھی میں دونوں کی ہی نظریں ایک دوسرے کے دل پر گئی تھیں۔

تھرڈ فلور تک ساٹھ سیڑھیاں چڑھ کر آئی تھی ہاری اور نڈھال "کلثوم بنت فیروز عرف کلثی" کالی شال میں تمازت سے دمکتا چہرہ، گول کالی گھور سیاہ آنکھیں جن میں حزن و ملال کے سمندر موجزن تھے۔ کیسری رنگت اور آنکھوں کے دشت میں ایسی سرخ آندھی چلی تھی کہ وہ لہولہو ہو کر رہ گئی تھی۔

کلثی نے کوشش کی تھی کہ سامنے کھڑی اس لڑکی کے چہرے سے نظریں ہٹالے مگر بے سود...... نظریں تو بار بار لپٹ جاتی تھیں۔

سامنے والی تو جیسے پتھر کی ہو کر رہ گئی تھی۔ اچانک اس کا تخت الٹا دیا گیا تھا۔ خیر۔ افسوس۔ اور غم تو ان دونوں کا سانجھا تھا۔

لیئرز میں کٹے سیاہ بال، گوری رنگت اور ستواں ناک...... وہ "زوہا خان" تھی۔

کلثی کی نظریں پھرتی پھراتی ہوئی زوہا کے پھیلے ہوئے وجود پر پڑی تھیں اور وہ لٹھے کی طرح سفید ہوتی چلی گئی۔ چونا رنگی سفید دیوار کی مانند...... سوکھے جنگل شعلوں کی لپیٹ میں آ گئے۔

☆☆☆

کلثوم کو زمین نے جکڑا نہیں تھا بلکہ پورے کا پورا سالم ہی نگل لیا تھا۔ وہ کوئی پانچویں بار آنکھوں کے آنسو صاف کر رہی تھی۔ زوہا تو کچن کے کیبنٹ بند کرنے اور کھولنے میں مصروف تھی۔ اگلی تو زندوں میں نہ رہی تھی۔

ملکوں کی حویلی کی لاڈلی...... زیور سے آراستہ، جھومر تو اسے سانپ لگ رہا تھا جو اس کی پیشانی کو نیل و نیل کر رہا تھا۔ ہتھیلیوں پر مہندی کے رنگ، خون کی سرخی میں ڈھلتے جا رہے تھے۔ ناک کی لونگ تو قہقہے لگانے پر تلی ہوئی ہے اور ساعتیں بہری...... چائے کے کپوں سے اٹھتی بھاپ کے پار بیٹھی زوہا اسے دھندلی اور بہت دور نظر آرہی تھی۔

کلثوم بنت فیروز کا دل عجیب انداز میں کرلایا تھا۔

"ہائے کلثی...... تو تو ہر چھوٹی چھوٹی بات پر سیاپے ڈال لیتی تھی۔ بات بہت معمولی اور حقیر ہی ہوتی تھی مگر تیرے لیے تو ہرگز نہیں۔ برتن تک میں شرکت برداشت نہ کرنے والی محبت میں تقسیم کیسے سہہ پائے گی؟"

حیاتی جو لاڈ اور پیار کے رنگوں میں رنگی ہوئی تھی یوں اچانک بٹواروں میں کاہے آ گئی تھی۔ بی جان



ریحانہ اعجاز

میرا تحفہ تم ہو

ولید نے چچا ابو کو بکرے کی رسی پکڑائی اور نڈھال سا اندر کی جانب بڑھ گیا جہاں عنایہ پاپا، بھیا اور ولید کے لیے سوفٹ ڈرنک لیے بیٹھی تھی، بھیا بھی ولید کے پیچھے پیچھے اندر آئے اور بے حال سے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئے۔

''میں اسی لیے بابا کے ساتھ جا کر چار، پانچ دن پہلے ہی جانور لے آتا ہوں کہ عید کے قریب رش بڑھ جاتا ہے۔ اوپر سے گرمی بھی قیامت کی۔'' ولید نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا تو عنایہ نے ریموٹ سے اے سی کی کولنگ بڑھا دی۔

''بس یار! تمہیں پاپا جی کا پتا ہے وہ ہمیشہ چاند رات کو ہی لاتے ہیں جانور۔ یہ تو شکر کرو پھر دو دن پہلے لے آئے۔'' بھیا نے ہنستے ہوئے کہا تو ولید کے ساتھ عنایہ بھی ہنس پڑی۔

☆☆☆

''سنو! اس عید پر تم مجھے کیا گفٹ دو گے؟'' عنایہ نے جگمگ کرتی آنکھوں سے ولید کو دیکھتے ہوئے کہا۔

دونوں اس وقت لان میں بیٹھے مغرب کے بعد ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

''بتاؤں؟'' ولید نے شوخی سے عنایہ کی جگمگ جگمگ کرتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''ہاں بتاؤ نا۔'' عنایہ اشتیاق سے بولی۔

''میں عید کی نماز پڑھتے ہی قربانی کرنے سے پہلے تمہارے در پر حاضری دینے آؤں گا، تم مجھے دیکھنا، میں تمہیں دیکھوں گا، اس طرح ہم دونوں کو گفٹ مل جائے گا۔''

ولید نے دبی دبی مسکراہٹ سے کہا، جانتا تھا اب عنایہ کا موڈ بگڑ جائے گا اور وہی ہوا عنایہ جو اشتیاق سے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالوں میں تھامے بغور ولید کی طرف دیکھ رہی تھی، سخت بدمزا ہوئی، ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''جاؤ میں نہیں بولتی، ہم تو روز ہی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں کیا نئی بات؟ مجھے بس گفٹ چاہیے ورنہ میں بھی کوئی گفٹ نہیں دوں گی، یاد رکھنا۔''

تب ولید کھل کے مسکرا دیا اور مخمور انداز میں عنایہ کو تکتے ہوئے بولا۔

''فکر نہ کرو اس بار بہت یونیک گفٹ دینے والا ہوں اور خدارا اب یہ نہ پوچھنا کہ کون سا گفٹ۔ یہ نہ ہو میرا ارادہ بدل جائے۔'' آخری جملہ کہتے ہی ولید نے گیٹ کی راہ لی کہ کچھ بعید نہ تھا عنایہ کے پاس پڑے گملے ہی اس کی خیریت معلوم کر لیتے۔

''اور ہاں......'' جاتے جاتے پلٹ کر بولا۔

''تم بھلے مجھے کوئی تحفہ مت دینا کہ میرا تحفہ تو تم ہو۔'' عنایہ بھی ہنستے ہوئے اٹھی اور گیٹ بند کر کے اندر کی راہ لی۔

☆☆☆

ولید اور عنایہ فرسٹ کزنز تھے سگے تایا، چچا کی اولاد، دونوں گھروں کی دیواریں آپس میں جڑی

فرح انیس

ساجن کی سجنی



''جی ناظرین میں ہوں آپ کی شیف روزل حیات ایک بار پھر حاضر ہوں اپنے ''میں میں'' پروگرام میں آج میں اپنے بکرا ناظرین کو ایک مزے دار ڈش بنانا سکھاؤں گی۔ اب میں ترکیب کی طرف آجاتی ہوں اس سے پہلے میرے بکرا ناظرین بھوک سے بے قابو ہو کر میں میں شروع کر دیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے سامنے رسی سے بندھے ساجن بجی کو دیکھنے لگی جو فریادی نگاہوں سے روزل کو دیکھ رہے تھے جس نے ان کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا تھا۔

''سب سے پہلے ہم ایک تھال لیں گے اس میں جو اجزاء ہم شامل کریں گے وہ یہ ہیں...... ایک کلو چھلکا، اس کے بعد اس میں آدھا کلو بھوسا پھر آدھا کلو جو اور پھر سب سے آخر میں ایک پاؤ گندم شامل کریں گے اور پھر ہاتھ سے اچھی طرح سے ان سب کو مکس کرنا ہے۔'' وہ لان میں کھڑی اپنے سامنے ٹیبل پر رکھے تھال میں یہ سب بڑی مہارت سے بناتی خود کو شیف تصور کیے ہوئی تھی۔ طویل انتظار سے بیزار بجی اب اونگھنے لگی تھی۔

''جی تو جناب ذائقے دار دانہ تیار ہے۔'' وہ سامنے مصنوعی کیمرے میں دیکھتے ہوئے اپنے بتیس دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولی۔

''اگر آپ کے اندر ضمیر کے بدلے ایک بکرا زندہ ہے تو آپ چکھ کر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اب میں یہ ڈش اپنے بکرا حاضرین کو پیش کروں گی۔'' وہ اٹھلاتی ہوئی تھال اٹھائے چہرے پر دھیمی مسکان سجائے ساجن بجی کی جانب بڑھی۔

بجی تو بھوک سے بے حال مایوس ہو کر سو گئی تھی مگر ساجن پوری توجہ اپنی شیف کی جانب مبذول کیے ہوا تھا۔

''روزل کی بچی۔'' حباب کی آواز پر وہ ڈر کے اچھلی اور اس کے ہاتھ سے تھال چھوٹ کر فرش پر جا گرا بجی بھی گڑبڑا کر جاگ گئی۔

''کیا مشکل ہے۔ اتنی زور سے چیختے ہو۔'' وہ دل پر ہاتھ رکھے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

''کب سے تم کو آوازیں دے رہا ہوں مگر تم بکرا شیف بن کے بالکل ہی بہری ہو جاتی ہو اور یہ دیکھو سارا بے چاروں کا کھانا بھی پھینک دیا۔'' وہ افسوس سے زمین پر بکھرے دانے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں تو کس نے کہا تھا ایسے زور سے چیخنے کو کہ میں بھی ڈر گئی۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی زمین پر بکھرے دانے کو دیکھنے لگی جو اس نے اتنی محنت سے تیار کیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر رسی سے بندھے ساجن بجی روزل کو غصیلی نظروں سے گھورنے لگے جس نے ان کا کھانا پھینک دیا تھا۔

''تم اندر جاؤ میں دے دوں گا ان کو دانہ۔ تم کو چچی بلا رہی ہیں۔'' وہ جلدی جلدی تھال میں دوسرا دانہ ان کے آگے رکھتے ہوئے اس سے بولا۔

''کیوں...... مجھے امی کیوں بلا رہی ہیں وہ؟'' سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی

''وہ جو تم نے قیمہ پکانے رکھا تھا نا وہ تمہارے حسن سے جل کر خاکستر ہو گیا۔''

''اوئے مارے گئے۔'' حباب کی بات پر وہ سر پر ہاتھ مارتے ہوئے اندر کی جانب بھاگی اور حباب تصور میں چچی کے ہاتھوں اس کی شامت آتا دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھا۔

''چلو بھئی ساجن بجی! تم لوگ ذرا کھانا تناول کرو، میں آتا ہوں۔'' وہ ان دونوں کے آگے تھال رکھتے ہوئے اندر کی طرف تیز قدموں سے بڑھ گیا۔ مبادا روزل کی بے عزتی کا چانس مس نہ ہو جائے۔

''یہ تمیز ہے بیگم صاحبہ کی، کھانا رکھ کے ایسے بھولی ہیں کہ کچھ ہوش ہی نہیں رہا۔ بی بی جب کوئی ذمے داری لیتے ہیں نا تو اسے پورے طور نبھاتے بھی ہیں۔'' ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی ثمرین بیٹی پر برستے ہوئے بولیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا وہ روزل کا قیمہ بنا دیں۔

''واہ، لائیو بے عزتی کا تو مزا ہی الگ ہے۔'' دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے حباب روزل کا جھکا

رخ چوہدری

شب غم کی سحر

"سلیم منزل" کے اکلوتے چشم و چراغ سلیم الدین کی والدہ حمیدہ خاتون ان کی شادی اپنی برادری میں کرنا چاہتی ہیں لیکن سلیم الدین کو اپنے والد کے دوست ملک غیاث کی بہن شگفتہ پسند آ جاتی ہیں۔ لیکن حمیدہ خاتون دل سے اپنی تعلیم یافتہ بہو شگفتہ بیگم کو قبول نہیں کرتیں۔

ظہیر احمد ایک سرکاری افسر ہیں مزاجاً انتہائی بدمزاج، اکھڑ۔ ظہیر احمد کے اور رقیہ کے دو بیٹے، دو بیٹیاں ہیں۔ اسماء، ثمینہ، شکیل اور جمیل۔ ظہیر احمد کے بڑے بھائی کبیر احمد کے دو بیٹے عابد اور ساجد جن کی شادیاں اسماء اور ثمینہ سے ہوئی ہیں اور تین بیٹیاں جن میں دو شکیل اور جمیل کی بیویاں ہیں اور ایک کسی کزن بھانجے کے ساتھ بیاہی جاتی ہے۔

پھر موسم آتے جاتے رہے، رتیں بدلنے لگیں۔ سلیم منزل میں ابا جان، اماں جان رخصت ہو چکے تھے البتہ آنگن پھولوں اور کلیوں سے مہک اٹھا تھا۔ زبیر اور شہلا گھر چھوڑ کر جا چکے تھے۔ ان کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ وسیم، کلیم اور غفیر کے بیٹے بیٹیاں، شگفتہ بیگم اور سلیم میاں کو دادا جان اور دادی جان کہہ کر لپٹا کرتے۔ منیزہ کے بچے نانا جان اور نانی جان کہتے۔

غفیر اور گلشن کا ایک بیٹا سفیر اور چار بیٹیاں شفق، مہک، عاتکہ اور صبا تھیں۔ وسیم کی دو بیٹیاں عائزہ اور فائزہ اور تین بیٹے روحیل، فیصل اور بجیل تھے جبکہ کلیم اور نفیسہ کے دو بیٹے ہارون، شمعون اور بیٹیاں ثناء اور زیب تھیں۔ منیزہ کی دو بیٹیاں شانی اور تابندہ تھیں اور ایک بیٹا غزین تھا۔

ساجد نے ثمینہ کی اجازت سے منیبہ سے دوسری شادی کر لی تھی لیکن گھر والے اس شادی سے لاعلم تھے۔ ساجد کی ثمینہ سے تین بیٹیاں سارہ، زارا اور عمارہ تھیں اور منیبہ سے تین بیٹے ارمغان، داؤد اور زین تھی۔ ساجد کے بیٹے اپنے باپ سے ناراض رہتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے دادا کے گھر میں پہچان اور رشتے چاہئیں۔ خاص کر کے ارمغان باپ کو بہت ناپسند کرتا ہے۔

سترہویں قسط



عنبرین اختر

میں اک ستارے کی سیج پہ مر گیا

یہ ...... یہ کیا...... ہاتھ دھو کر آؤ سفینہ......"
رابعہ نے مٹی میں لت پت سفینہ کے ہاتھ دیکھے۔ ایک دم وہ مگ میں پانی ڈالتے باہر بھاگی۔

"اب کہاں جا رہی ہو" رابعہ نے اسے ٹوکا۔

"بس آئی ابھی"

"اف ...... ابھی فرش پر وائپر لگایا تھا تم نے پھر سارا فرش گندا کر دیا۔" رابعہ نے مٹی سے بھرے اس کے جوتوں پر نظر دوڑائی۔ جبکہ اس کی باتوں سے بے نیاز گردن میں دوپٹا لٹکائے وہ باہر بھاگی ہی تھی کہ اندر آتی خدیجہ پھپھو سے ٹکراتے بچی۔

"السلام علیکم" اس نے عجلت میں کہا اور باہر آ گئی۔

"السلام علیکم۔" رابعہ نے پھپھو کو دیکھا تو وائپر چھوڑ کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ "کیسی ہیں پھپھو؟"

"ٹھیک ہوں بیٹا! کہاں ہیں تمہاری اماں؟" خدیجہ پھپھو نے رابعہ سے پوچھا۔

"اندر ہیں، آ جائیں۔" وہ پھپھو کو اماں کے پاس چھوڑتی باہر آ گئی جبھی ہانپتی کانپتی سفینہ بھی اندر آئی۔

"پھر گندے پاؤں لگا دیے فرش پر اٹھاؤ وائپر اور لگاؤ اب خود۔"

"میں اور وائپر......" وہ زور سے ہنسی۔ "لا دو لگاؤں پھر خود ہی سر پکڑ کر بیٹھ جاتی ہو کہ گندا فرش خشک کرنے کے بجائے مزید گندا کر دیا ہے تم نے......" اس نے لاپروائی سے واش بیسن کھولا اور ہاتھ دھونے لگی۔

"ہمارے گھر کے قریب ہی ایک کتا پیاس سے ہلکان ہو رہا تھا، اتنی گرمی ہے ناں، میں نے اسے......"

"کیا تم اس مگ میں کتے کو پانی پلا کر آئی ہو۔" رابعہ نے اس کی بات کاٹی۔ "کیا بنے گا تمہارا سفینہ؟"

"کیا مطلب، اب نیکی بھی نہ کرے بندہ، ایک تو اماں اور تمہاری سمجھ نہیں آتی مجھے خود ہی کہتی ہو نماز پڑھو، تلاوت کرو وغیرہ وغیرہ اب جب......"

"میں تمہیں نیکی سے منع نہیں کر رہی تم کوئی اور برتن بھی لے سکتی تھیں۔" رابعہ نے غصے سے اس کی بات کاٹی، جبکہ وہ اس کی باتوں سے بے نیاز ہاتھ دھو کر خدیجہ پھپھو کے پاس جا چکی تھی۔ رابعہ نے واش بیسن دیکھا ٹونٹی آدھی کھلی اور آدھی بند اور صابن کو مٹی سے لت پت کر کے وہ اندر چلی گئی تھی غصے سے رابعہ نے صابن اٹھا کر دھویا اور مضبوطی سے نلکا بند کیا۔

"اماں کیا پکا ہے آج!" وہ لاپروائی سے بولی۔

"پالک اور......"

"اف اللہ! ایک تو رابعہ کو پالک کے علاوہ کچھ اچھا نہیں لگتا۔" وہ بے زاری سے ماں کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"اچھا تمہیں کیا آتا ہے بنانا باتوں کے علاوہ؟"

اماں کو اس کا خدیجہ پھپھو کے سامنے آنا اور یوں بے تکا بولنا بہت برا لگا وہ اس کی ہونے والی ساس تھیں مگر ذرا جو پروا ہو سفینہ کو اس بات کی۔ پھپھو نے ایک تنقیدی نگاہ اس پر ڈالی بے بی پنک رنگ کے جوڑے میں ہم رنگ ٹاپس اور چوڑیوں کے ساتھ وہ

ام اقصیٰ

کٹھن نہیں یہ سفر



سسرال میں بغیر شوہر کے زندگی تھر داسیوں سے ذرا مشکل ہی ہوتی ہے۔ شوہر بھی ایسا جس سے شادی کے ابتدائی تین ماہ آمنا سامنا رہا ہو۔ شادی کے تیسرے ماہ سے آمنا سامنا اسکائپ پر منتقل ہو گیا ہو۔ تیسرا ماہ تیسرے سال میں بدل گیا تھا مگر فی الحال آمنا سامنا الیکٹرونک مشین کا محتاج تھا، سسرال بھی ایسا کہ جہاں سطوت بیگم جیسی ساس سے چوبیس گھنٹے کا سامنا ہو...... نساء تو اکثر اوقات سر پکڑ کے رہ جاتی...... سطوت بیگم کو پیار تھا تو محض چیزوں سے...... خیال تھا تو صرف چیزوں کا...... اور احساس...... ظاہر ہے چیزوں کا......

نساء کے شوہر وصی سے بڑے سخی بھائی تھے...... سخی کی بیوی ثمینہ بھابھی نساء کو دیکھ کر سراہتیں اور کہتیں۔

''بھئی تمہاری ہی ہمت ہے جو سطوت بیگم کے شو روم میں تین سال گزار لیے میری تو تیسرے ہی دن بس ہوگئی تھی...... اف توبہ ذرا جو پانی پینے لگو تو اماں کی آواز بہو گلاس دھو کے رکھنا...... گلاس، پلیٹیں، چمچے تک گن گن کے رکھتیں تبھی تو تین مہینے ہی گزار پائی فقط۔ تین بار سخی سے دھوم دھڑکے سے لڑائی کی اور چوتھے مہینے الگ گھر میں بے حد سکون کے ساتھ......''

نساء ثمینہ بھابی کی ایسی باتوں کے سامنے محض مسکرا دیتی، کیونکہ وصی، سخی سے بالکل الگ تھے ماں کی ماننے والے...... نساء نے شروع سال میں ایک آدھ دفعہ ہلکے الفاظ میں کہنے کی کوشش کی بھی تو وصی نے ٹوک دیا۔

''نساء امی نے بے حد کٹھن وقت دیکھا ہے۔ ابو کی وفات کے بعد جب کوئی پرسانِ حال نہ رہا تو امی نے یہ ہی گھر کی چیزیں بیچ بیچ کر ہم سب کے پیٹ پالے تھے...... چیزوں سے ان کی محبت فطری ہے......''

نساء کچھ نہ پائی پر سوچ کر رہ گئی کہ چیزیں تو سب دوبارہ بن بھی گئیں آپ کے ابو واپس آئے کیا؟

مسئلہ تب شدت اختیار کر گیا جب افراح نے پاؤں پاؤں چلنا شروع کیا۔ سطوت بیگم اپنے کمرے کو آگے سے کنڈی لگائے رکھتیں۔ باہر نکلتیں تو بھی چابی گھما کے...... افراح اکثر ان کی گود میں جانے کو لپکتی تو گھڑی بھر کو اٹھا کے اتار دیتیں کہ افراح کبھی ان کی تسبیح کھینچتی تو کبھی ان کی کلائی میں پڑی چوڑیوں سے کھیلتی۔

☆☆☆

افراح کی پہلی سالگرہ آئی تو نساء نے وصی سے مشورہ کر کے چھوٹے پیمانے پر سالگرہ منانے کا بندوبست کیا۔ وصی کی دونوں بہنیں تو مختلف شہروں میں تھیں لیکن ویک اینڈ ہونے کے باعث بچوں سمیت آ گئی تھیں۔ ثمینہ بھابھی بھی بچوں سمیت رات ادھر ہی رک گئیں۔

کیک کٹنے کے بعد بڑے تو سب لاؤنج میں کھانے میں مصروف ہو گئے جبکہ بچہ پارٹی نے پہلے تو نساء کے بیڈ روم میں خوب ہڑبونگ مچائی۔ پھر چھت سے لگے آرائشی غبارے باہر لان میں لے آئے۔ گیسی غباروں کے ساتھ لگی آرائشی لڑی کو آگ لگا کر چھوڑ دیتے۔ کچھ اوپر جا کر غبارہ آواز کے ساتھ پھٹ جاتا تو سب تالیاں پیٹتے۔

سطوت بیگم کھانے کے دوران بھی بولتی رہیں...... دوبار اٹھ کے باقاعدہ ڈانٹ کر آئیں۔ سخی بھائی کے بڑے بیٹے احمد کو تو باقاعدہ ڈانٹ کر گھر سے باہر نکل کے اپنے شغل کرنے کو کہا...... ایک بار تو جھاڑو پکڑ لی اور لگیں لان صاف کرنے...... نساء نے ان کے ہاتھ سے لے لی۔ دونوں بیٹیاں بھی شوہروں کے سامنے ماں کی اس حرکت پر جزبز ہوتی رہیں۔ ثمینہ بھابھی البتہ خوب حظ اٹھاتی رہیں۔

چھوٹی طاہرہ قدرے غصیلی تھی...... اماں کی باتوں پر غصہ بھی جلدی آ جاتا تھا اس لیے میکے بھی کم کم آتی...... مگر اس بار نساء کے بلاوے پر رہ بھی نہ سکی تھی۔ بڑی خدیجہ آپا بھی آتی تو کم تھیں مگر زیادہ غصہ نہیں کرتی تھیں۔ ان کے تین بیٹے تھے...... تینوں آفت کے پرکالہ، ایک منٹ بھی ٹک کر نہ بیٹھنے والے...... کبھی کبھار نانو کے گھر آتے اور نانو سمیت ان کے آسٹریلین طوطوں دیسی مرغیوں، اصیل مرغیوں کو خوب زچ کر کے جاتے۔

خدیجہ آپا ماں کے اطوار سے خوب ہی واقف تھیں سو کبھی کبھار ہی ملنے آتیں ورنہ تو گرمیوں کی

الہام

عذرا فردوس

"نہیں! پانچ منٹ رک جائیں میرا دل گھبرا رہا ہے۔" میں شہرام مغل جو صفیہ کی دی ہوئی لسٹ کی خریداری کے لیے گھر سے کچھ فاصلے پر واقع پرچون کی دکان پر جا رہا تھا دوبارہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اب سے کچھ دیر قبل صفیہ دوبارہ آ کر مجھے یاد دہانی کروا چکی تھی کہ میں اس کی دی ہوئی لسٹ کے مطابق سامان خرید کر لاؤں، اسے کھانا پکانے میں تاخیر ہو رہی ہے اب بڑی مشکل سے میں باہر نکلنے کا ارادہ باندھے ہوئے اٹھنے لگا تھا کہ صفیہ نے مجھے روک دیا تھا۔ باہر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔

"یا اللہ خیر!" صفیہ ایک دم اٹھ کر کھڑکی کی طرف لپکی میں بھی اس کے پیچھے کھڑکی میں آ کھڑا ہوا۔ جہاں سے باہر کا نظارہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سڑک پر کھڑے لوگ تبصرہ کرنے میں مصروف تھے۔ نامعلوم افراد جن کے پیچھے پولیس تھی ان کی جانب سے فائرنگ کی گئی تھی اور اس فائرنگ کی زد میں آ کر ایک شخص زخمی ہو گیا تھا۔ اس وقت میری سوچ کا محور صفیہ تھی جس کو جانے کیسے الہام ہو جاتا ہے، یقیناً اس کی چھٹی حس کسی ناخوشگوار واقعے کے بارے میں پہلے سے خبردار کر دیتی ہے اس سوچ کے آتے ہی مجھ کو احساس کمتری نے گھیر لیا۔

"یقیناً اب تو تمہاری گھبراہٹ دور ہو گئی ہو گی کیا میں اب باہر جا سکتا ہوں۔" صفیہ گم صم سی کھڑی تھی میری بات سن کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔



شعاع عمیر

کرن کرن خوشبو

قرآن اور سائنس

☆ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے (الانبیاء۔30)

آج سائنس یہ ثابت کرتی ہے کہ ہر جاندار کے خلیے کا 90% حصہ پانی سے بنا ہے۔

☆ ہم نے لوہا لوگوں کے فائدے کے لیے اتارا جس میں بڑا ہی زور ہے۔ (الحدید۔25)

سائنس اس بات کو اب ثابت کر رہی ہے کہ ہزاروں سال پہلے خلا سے ایک Meteorites زمین پر مارا گیا جس سے زمین پر لوہا پھیل گیا۔

☆ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنادیا۔ مگر یہ اس کی نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتے (الانبیاء۔32)

سائنس اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ آسمان پر موجود لیئر سورج کی نقصان دہ شعاعوں کو روک لیتی ہے۔

☆ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں۔ (الانبیاء۔6,7)

یہ پہاڑ، زمین کو ایک جگہ جمائے ہوئے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو زمین ادھر ادھر ڈولنے لگے۔

☆ آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور بے شک ہم اس میں وسعت دینے والے ہیں (الذّریت۔47)

کائنات مستقل بڑھ رہی ہے۔ یہ بات بیسوی صدی میں اسٹیفن ہاکنگ نے کہی ہے۔ اس سے پہلے دنیا اس بات کا تصور بھی نہیں رکھتی تھی۔

☆ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے۔ سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں (الانبیاء۔33)

انیسوی صدی تک دنیا اس بات کو مانتی تھی کہ یہ سورج ایک جگہ رکا ہوا ہے جبکہ سیارے اور زمین اس کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اب سائنس کہتی ہے کہ سورج بھی اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے۔

حکومت اور قضاءت

☆ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”تم پر ایسے حاکم مقرر کیے جائیں گے جو اچھے کام کریں گے اور برے کام بھی کریں گے۔ پس جس شخص نے یہ کیا یعنی اس کو برے فعل کی نسبت اس کے منہ پر کہہ دیا کہ تمہارا یہ فعل شرع کے خلاف ہے، وہ اپنے فرض سے بری ہو گیا اور جس شخص نے یہ کیا یعنی اس کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ زبان سے کہہ دے لیکن دل سے اس کے فعل کو برا سمجھا وہ سالم رہا (یعنی اس کے گناہ میں شریک ہونے سے محفوظ رہا) لیکن جو شخص ان کے فعل پر راضی ہوا اور ان کی پیروی کی وہ ان کے گناہ میں شریک ہوا۔“ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان سے لڑیں؟“ آپ نے فرمایا۔ ”نہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھیں۔ نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھیں۔“ (صحیح مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”قاضی (حاکم) کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی توفیق و تائید ہوتی ہے، جب تک کہ وہ ظلم نہیں کرتا لیکن جب وہ ظلم کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق الگ ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

علم اور عالم

☆ شریف آدمی جب علم حاصل کرتا ہے تو اس میں مزید تواضع و انکساری آجاتی ہے اور کمینہ و بد خصلت آدمی جب علم حاصل کرتا ہے تو اور زیادہ بڑائی و تکبر کرنے لگتا ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

بُشریٰ محمود

یادوں کے دریچے سے

طاہرہ خاتون، کی ڈائری میں تحریر

فیض احمد فیض کی غزل

شرحِ بے دردیِ حالات نہ ہونے پائی
اب کے بھی دل کی مدارات نہ ہونے پائی

پھر وہی وعدہ جو اقرار نہ بننے پایا
پھر وہی بات جو اثبات نہ ہونے پائی

پھر وہ پروانے جنہیں اذنِ شہادت نہ ملا
پھر وہ شمعیں کہ جنہیں رات نہ ہونے پائی

پھر وہی جاں بلبی لذتِ مے سے پہلے
پھر وہ محفل جو خرابات نہ ہونے پائی

پھر دمِ دید رہے چشم و نظر دید طلب
پھر شبِ وصل ملاقات نہ ہونے پائی

پھر وہاں بابِ اثر جانیے کب بند ہوا
پھر یہاں ختم مناجات نہ ہونے پائی

فیض سر پر جو ہر اک روز قیامت گزری
ایک بھی روزِ مکافات نہ ہونے پائی

فرح علی، کی ڈائری میں تحریر

شگفتہ شفیق کی نظم

زندگی کی مسرتوں کی نوید بن کے
کبھی تو آؤ...
کہ میرے آنگن میں مسکراؤ
چلے بھی آؤ کہ دل یہ میرا
تمہارے بارے میں سوچتا ہے
ہر اک لمحہ یہ پوچھتا ہے
کب زندگی کو نوید بہار دو گے
میری عمرِ رواں کو نکھار دو گے
کیا تم کبھی مجھ کو پیار دو گے؟
یا زندگی کو اجاڑ دو گے؟
میں سوچتی ہوں یہ ساری باتیں
کیا تمہارا دل بھی پوچھتا ہے
کیا تم بھی اکثر ندی کنارے
جا کے چپ چاپ بیٹھتے ہو
اور ٹھنڈے پانی میں پاؤں ڈالے
یہ سوچتے ہو کہ
زندگی کی مسرتوں کی نوید بن کے
کبھی تو آؤ
کہ میرے آنگن میں مسکراؤ!

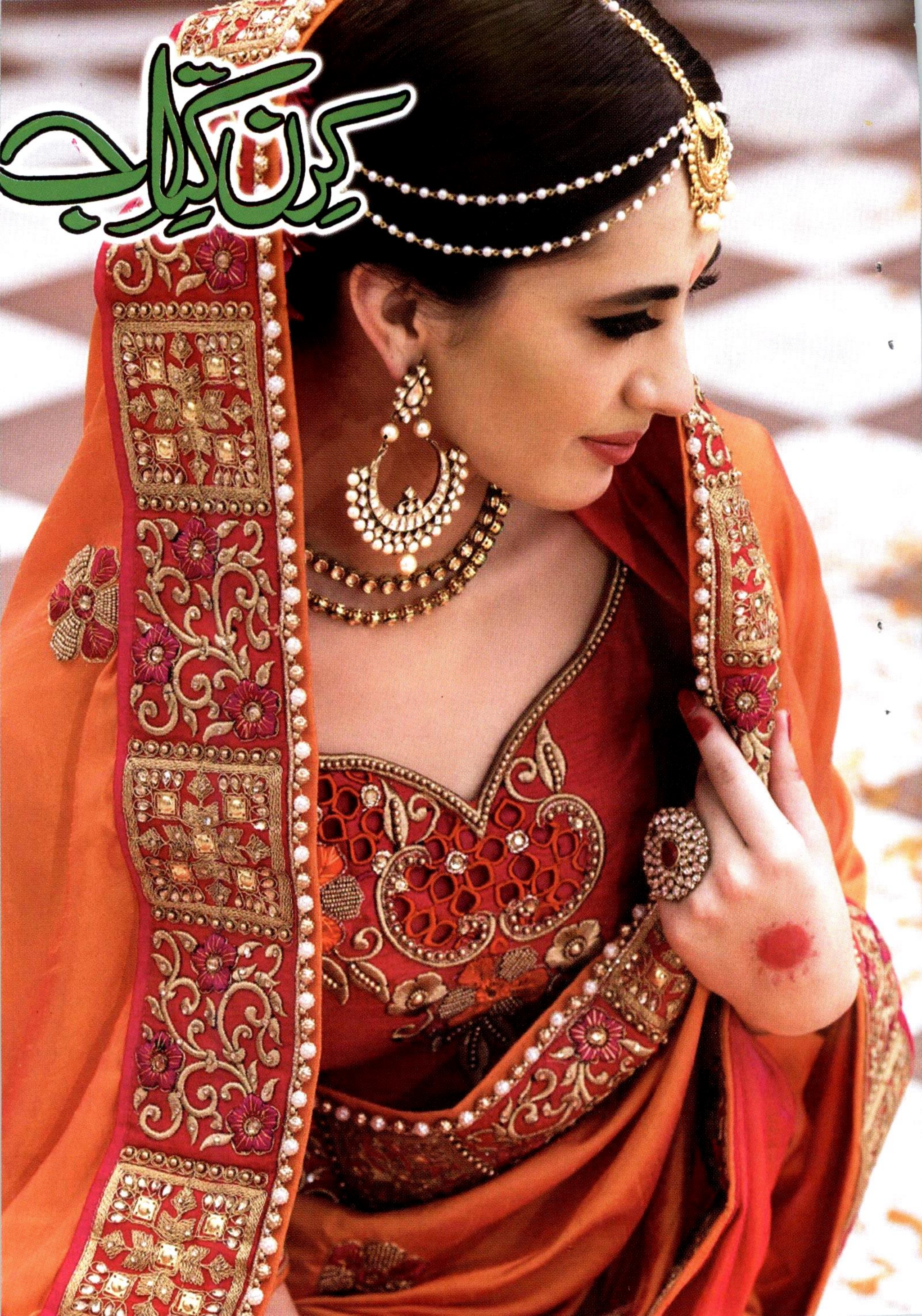
انیس فاطمہ، کی ڈائری میں تحریر

یاسمین کنول کی غزل

خوشبوؤں کا جہان مٹی میں
کھو گیا گلستان مٹی میں

وہ کرے گا حفاظتیں اس کی
جس نے ڈالی ہے جان مٹی میں

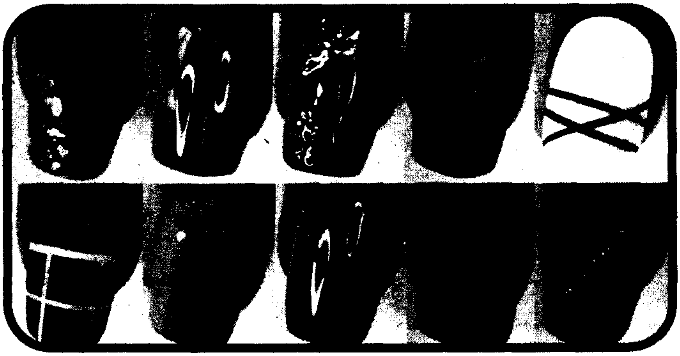
جب یقیں سامنے نظر آئے
پھر تو سارے گمان مٹی میں


کرن گلاب

بیوٹی باکس

"نیل آرٹ......"
فیشن کا نیا انداز

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ۔ سجنا سنورنا اور خوب صورت لگنا صنف نازک کا پیدائشی حق ہے۔ ہر لڑکی اور عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ سب سے منفرد نظر آئے، اپنے آپ کو سنوارنے کے لیے وہ مختلف طریقے اپناتی ہے اور خود کو بنانے سنوارنے پر خصوصی توجہ دیتی ہے۔



خوب صورتی کے ساتھ ناخنوں کی تراش خراش اور لباس کی مناسبت سے رنگا رنگ نیل پالش کا استعمال خواتین کے میک اپ اور تیاری کا لازمی حصہ ہے۔ آج کل خواتین میں ناخنوں کو پرکشش اور جاذب نظر بنانے کا رجحان تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ ہر دن بدلتے فیشن کے ساتھ میک اپ کے انداز میں نمایاں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ وہیں ناخنوں کی سجاوٹ کا ایک اسٹائل نیل آرٹ ڈیزائن بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کے جدید دور میں حسین ناخنوں کو اچھی شخصیت کا اہم جزو سمجھا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے آج کل لڑکیوں میں ناخنوں کو دلکش اور حسین بنانے کا شعور بھی زیادہ پایا جاتا ہے۔ آپ کے ناخن نہ صرف ہاتھوں کو خوب صورت بناتے ہیں بلکہ آپ کی باڈی لینگویج کو بھی بدل دیتے ہیں۔

نیل آرٹ بنانے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ کسی شادی یا تقریب کا انتظار کریں بلکہ دوسروں سے منفرد نظر آنے کے لیے آپ اپنے ناخنوں پر مختلف ڈیزائن بنا سکتی ہیں۔ نیل آرٹ کے لیے ناخنوں کا لمبا ہونا ضروری نہیں، خواتین کے کٹے ہوئے چھوٹے ناخنوں کو خوب صورت بنانا بھی نیل آرٹ کا کمال ہے۔ آپ بھی اپنے ناخنوں کو نیل آرٹ کے ذریعے خوب صورت بنا سکتی ہیں، جس کا تاثر صرف ناخنوں کی حد تک ہی نہیں رہے گا بلکہ اس کا اچھا تاثر آپ کی خوب صورتی اور مجموعی شخصیت میں بھی جھلکے گا۔ ناخنوں کو نیا ڈیزائن اور خوب صورت شکل دینے اور انہیں سجانے کے لیے کچھ ڈیزائن یہاں پیش کیے جا رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ آپ کی رہنمائی کریں گے۔

میگنیٹک نیل

ایک ایسی نیل وارنش بازار میں دستیاب ہے، جس میں لوہے کے رنگ برنگے ذرات شامل ہوتے ہیں۔ آپ اسے ایک مقناطیس کے ذریعے اپنے ناخنوں پر

